گاہِ گاہ باز خواں ایں قصہء پارینہ را
تعلیم الاسلام کالج کے تین خوش نصیب شہید طالب علم

(پروفیسر) محمد شریف خان۔امریکہ

تعلیم الاسلام کالج ۱۹۰۵ء میں خدائی منشاء کے مطابق احمدی بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیئے قائم ہوا۔ گو اُسوقت جماعت کی مالی حالت اس نئے خرچے کو اٹھانے کی متحمل نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل، مسیحِ دوران علیہ السلام کی برکت اور بزگوارانِ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعاؤں کے طفیل یہ ادارہ نہ صرف قائم ہوا بلکہ جلد جلد پرائمری، ہائی اسکول کی حدود پھلانگتا ہوا ڈگری کالج اور پوسٹ گریجویٹ کالج کے طور پر پاکستانی اور بیرونِ ملک متلاشیان علم وفضل کی سات دہائیوں سے زائد تک سیرابی کا باعث بنا رہا۔

تعلیم الاسلام کالج میں مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی تعلیم کے باعث طلباء کی سوچوں میں وسعت، نیکی، مذہبی اور انسانی اقدار سے محبت، امن اور بھائی چارے کی اہمیت اجاگر ہوئی۔اسی طرح ادارے میں طلباء کی ذہنی جلاء کے ساتھ ساتھ کھیلوں کے اعلیٰ انتظام کے باعث جسمانی صحت کا خیال بھی رکھا جاتا۔ یہ ادارہ ہر قسم کے دنگا فساد، مار پیٹ سے پاک، صحت مند ماحول میں خدائی راہنمائی کے تحت نصف صدی سے زائد خدمتِ خلق سے سرشار نوجوان پیدا کرتا رہا۔ برا ہو تعصب کی اندھی آنکھ کا کہ اچھے بھلے کام کرتے ادارے کو قومیا کر اسے کرپٹ اور اندھے دولت کے پجاری سرکاری اداروں کے سپرد کر کے اس تعلیمی ادارے کا سالوں سے قائم مثالی ماحول تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عظیم مادرے علمی سے فارغ التحصیل طلباء زندگی کے ہر شعبہ میں ملک و ملت کی خدمت کرتے اور کر رہے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیرونِ ملک کٹھن سے کٹھن امتحانوں میں سرخرو ہو کر عزت وآبرو سے انسانی خدمت کر رہے ہیں۔

آج کی محفل میں تعلیم الاسلام کے تین ہونہار طلباء کا ذکر کرنا چاہ رہا ہوں، جنہوں نے طالب علمی کے دوران اپنی مفوضہ ڈیوٹی، عقیدہ اور عقیدہ کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان تک کا بیلا دریغ نظرانہ خداتعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔اور رہتی دنیا تک امر ہو گئے۔

محمد منیر خان شامی شہید (۱۹۳۲۔۱۹۴۷)

یہ نوجوان محترم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی کے منجلے بیٹے اور خداتعالیٰ کے فضل سے واقفِ زندگی تھے۔انہیں جماعت کی طرف سے سائنس کے مضامین میں ایم ایس سی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ 1947ء میں، تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی ایس سی کے پہلے سال کے طالب علم تھے۔ سائنس کے طالب علم ہونے کے باوجود آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اور صاف ستھرا علمی ذوق تھا۔انگریزی اور اردو کتب، رسائل وجرائد آپ کے مطالع میں رہتے۔آپ اپنے محلے کی مجلس خدام الاحمدیہ کے فعال رکن تھے۔اور محلّہ میں شریف نوجوان کے طور پر جانے جاتے تھے۔کالج کے طلباء سے ملکر بزمِ سخن بنائی ہوئی

تھی جس کے ہفتہ واری اجلاسات میں ہر ممبر گذشتہ ہفتہ کے دوران اپنے مطالعہ کا ماحاصل پیش کرتا۔اس طرح ہلکی پھلکی تحریریں پیش کر کے صحت مند علمی تفریح مہیا کی جاتی۔یہ دور سیاسی لحاظ سے بڑے فساد کا دور تھا۔اسرائیل کے ریاست دھونس سے قائم کی جارہی تھی۔ ملک میں تحریکِ آزادی آئے دن رخ بدل رہی تھی۔ عربوں کے ساتھ مسلمانانِ عالم کے دل دھڑکتے تھے۔ چنانچہ عربوں سے ہمدردی کے اظہار کے طور پر منیر نے اپنے نام کے ساتھ " شامی " کا لاحقہ لگالیا تھا۔اوراپنے حلقہءاحباب میں "محمد منیر خان شامی" کے نام سے جانے جاتے تھے۔ والد ملازمت کے سلسلے میں افریقہ میں مقیم تھے۔گھر اور چھوٹے بہن بھائیوں کی نگرانی بھی منیر کے سپرد تھی۔

۱۹۴۷ کے پر آشوب دور میں ملکی بٹوارے کے وقت جب قادیان کی آبادی پاکستان منتقل ہورہی تھی، نو جوانوں کو آبادی کے انخلاء میں مدد دینے کے لئے اپنے محلوں میں ٹھہرے رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ سکھ بار بار حملے کررہے تھے۔ گھر میں دونالی بندوق تھی، منیر نے دن کے وقت تو سکھوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخرکار سکھوں نے رات کے اندھیرے میں موقعہ پا کر شہید کردیا۔جب صبح خدام منیر کی خیریت معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ منیر چاروں شانے چت صحن میں خون سے لت پت پڑے تھے، پیٹ چاک تھا، انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔اوران کی روح کبھی کی کفِ عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔ اناللہِ و انا الیہِ راجعون

جب ان کے والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب کو اپنے جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر دیارِ غیر افریقہ میں ملی۔ توانہوں نے خدا تعالیٰ کی توفیق سے یہ صدمہ بڑی بہادری سے سہا۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے 'تذکرہ شہدائے احمدیت' کے سلسلہء خطبات میں11جون 1999ء کو مسجد فضل لندن میں ازراہِ شفقت محمد منیر خاں شامی شہید کا تذکرہ درجِ ذیل پر از شفقت الفاظ میں فرمایا:

"مکرم محمد منیر صاحب شامی مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابو حنیفی کے ہاں تنزانیہ میں 1932ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔1947ء کے دوران آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور عربوں سے اپنی ہمدردی کی وجہ سے آپ کو لوگوں نے شامی مشہور کردیا حالانکہ ملکِ شام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن عربوں سے محبت ضرور تھی۔

اوصافِ حمیدہ: آپ خاموش طبع محنتی طالب علم تھے۔انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔جماعت سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔امامِ وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔مطالعہ کا بہت شوق تھا۔مکرم ماسٹر چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لائبریری کی تمام کتب پڑھ لی تھیں۔

واقعہ قربانی: آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر دارالرحمت قادیان بر مکان پروفیسر مولانا خان ارجمند خان صاحب مرحوم محلّہ کی حفاظت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔گھر میں دونالی بندوق تھی۔اِدھر اُدھر سے سکھوں کے ہونے والے حملوں کے دوران خوب مقابلہ کرتے رہے۔ایک رات سکھوں نے ان کے گھر کی دیوار پھاند کر اندھیرے میں آپ پر حملہ کیا اور آپ کو قربان کردیا۔جب خدام کو حکم ہوا کہ وہ ہوسٹل میں جمع ہو جائیں تو آپ کو نہ پا کر بہت پریشان ہوئے جب پتہ کیا گیا تو آپ کو گھر کے صحن میں چت پڑا پایا گیا۔ آپ کی انتڑیاں باہر نکل چکی تھیں اور آپ اللہ کی راہ میں قربان ہوچکے تھے۔انا للہِ و انا الیہِ راجِعون

آپ کے والد صاحب جو اِن دنوں تنزانیہ میں تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے۔ دراصل ان سے اخلاص ورثہ میں پایا تھا۔ ان کی ڈائری کے اندراج بتاریخ 3 ستمبر 1947ء یہ پرخلوص عبارت درج ہ: "آج قادیان میں عزیز محمد منیر خاں شامی نے شہادت کی سعادت پائی۔ الحمد للہ رب العالمین"۔

پسماندگان: آپ غیر شادی شدہ تھے، آپ کے تین بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آج کل ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ ان کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے۔ محمد معین خان صاحب لاہور (حال مقیم میامی۔ فلوریڈا، امریکہ۔ ناقل) میں اور پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب ربوہ (حال مقیم فلاڈلفیا، امریکہ۔ ناقل) میں مقیم ہیں۔ جب کہ ان کی بہن خدیجہ بیگم صاحبہ مانڑیال میں آباد ہیں۔

(الفضل ربوہ۔ مورخہ 7 ستمبر 1999)

شہید محمد منیر خان صاحب خاکسار کے بڑے بھائی تھے۔ والد صاحب ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب مرحوم آپنی زندگی کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔" ڈڈوما۔ تنزانیہ کے ہسپتال میں ایک دن ادھر اُدھر جاتے ہوئے میرا پاؤں پھسل گیا تو دوسرے ڈاکٹروں نے جو سب انگریز تھے مزاحاً فقرہ بازی کی، "لگتا ہے ڈاکٹر خان کے بچے رات کے وقت خان کو سونے نہیں دیتے، اس لیئے دن کے وقت پھسل پھسل پڑ رہا ہے۔ بھلا ہمیں بتاؤ تو سہی اتنے بچوں کا کیا کرو گے"؟

میں نے انہیں جواب دیا: "God willing I will make of them a doctor, an engineer, a clergy man and a teacher"!

(انشا اللہ، میں ان میں سے ایک ڈاکٹر، ایک انجینیئر ایک مولوی اور ایک استاد بناؤں گا)۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر آدا کرتے ہوئے کہتے ۔" اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کو بہتر رنگ میں پورا کیا اور مجھے ان بچوں میں سے ایک شہید بھی عطا کر دیا۔ فاالحمدُ للہِ علی ذا لک۔"

محترم میاں جمال احمد صاحب شہید، لاہور

آپ محترم مستری نذر محمد صاحب آف بھاٹی گیٹ لاہور کے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۷ سالہ خوبصورت نوخیز نوجوان تھے اور تعلیم الاسلام کالج لاہور کے ایف ایس سی کے ذہین طالب علم تھے۔ خدام الاحمدیہ بھاٹی گیٹ کے مستعد رکن تھے۔ سکاؤٹ تھے۔ کالج کی ہاکی اور فٹ بال ٹیم کے ممبر تھے۔ جب حضور لاہور تشریف لاتے تو ہمہ تن ڈیوٹی کے لیئے حاضر رہتے۔ اپنی خوش اخلاقی اور شرافت کے باعث دوستوں اور دشمنوں میں برابر چاہے جاتے تھے۔

۱۹۵۳ کے پر آشوب زمانہ میں جب لاہور شہر کے فتنہ پردازوں کی احمدیوں کے خلاف فتنہ وفساد کی بھڑکائی ہوئی آگ پاکستان بھر میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ مستری نذر محمد صاحب کا لکڑی کا آرا جو چوک یادگار کے قریب ٹیکسالی گیٹ کے سامنے تھا فتنہ گروں نے ۶ مارچ ۱۹۵۳ کے دن جلا دیا، مستری صاحب آرے کا پتہ کرنے جاتے وقت جمال کو کہہ گئے کہ گھر والوں کا پتہ کر آئے جنہیں حفاظت کے مدِ نظر رشتہ داروں کے ہاں محلّہ رنگ محل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

یہ جمعہ کا دن تھا، میاں جمال احمد صاحب گھر والوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیئے نکلے تو سامنے سے فتنہ

پر دازوں کا جلوس آتے ہوئے ملا۔ جلوس میں میاں صاحب کے محلے کے لوگ بھی شامل تھے۔ جنہوں نے جمال احمد کو پکڑ لیا۔ اور پکارنے لگے: " یہ مرزائی ہے اسکو مارو"۔ کچھ لوگوں نے جمال کو ازراہِ ہمدردی کہا، "کہہ دو تم احمدی نہیں ہو، ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں"۔ مگر جمال نے انکار کر دیا۔ آخر ایک صاحب نے قریب آکر کہا کہ "مجھے کان میں ہی کہہ دو کہ تم احمدی نہیں ہو میں تمہیں چھڑوا لیتا ہوں"۔ مگر جمال صاحب نے جواباً بڑی جرا ئت سے کہا:" میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں، اور اپنی جان بچانے کے لیئے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے کر لو"۔ اسپر تمام مجمع آپ پر پتھروں اور چاقوں سے آن کی آن میں حملہ آور ہوا، اور آپ کو موقعہ پر ہی شہید کر دیا۔ انا للہِ و انا الیہِ را جِعون

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ علیہ نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳/اگست ۱۹۹۹ میں میاں جمال احمد کا واقعہ شہادت ازراہِ شفقت بیان فرمایا۔

مبشر احمد صاحب چندھڑ شہید۔ گکھڑ منڈی

گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ کے مقامی گھرانوں میں چندھڑوں کا گھرانہ سب سے نمایاں تھا۔ چندھڑ خاندان کے جد چوہدری نواب خان جھنگ میگھیانہ میں سکونت پزیر تھے۔ انکی شادی سیالکوٹ کے ایک احمدی گھرانے میں ہوئی اور وہ احمدی ہوگئے۔ جب انکے بھائیوں کو یہ خبر ہوئی۔ تو ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ ایک سکھ کو انعام کا لالچ دے کر چودھری صاحب کا سر لانے کی سازش کی گئی۔۔ خدا تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو دشمن کے وار سے بچایا۔ ان حالات کے پیشِ نظر سارا خاندان ہجرت کر کے گکھڑ آبسا۔ جہاں زمینوں اور آڑھت کی آمد سے گزر بسر ہونے لگی۔

مجھے یہاں چوہدری صاحب کے بیٹے امانت علی صاحب مرحوم کے ہونہار بیٹے مبشر احمد کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ عزیزم مبشر احمد نے گکھڑ ہائی اسکول سے اغلباً 1962 میں میٹرک امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ والدین نے اچھی تعلیم اور تربیت کی خاطر تعلیم الاسلام کالج ربوہ ایف ایس سی میں داخل کروادیا، اگرچہ اردگرد گوجرانوالہ اور وزیر آباد میں کالج مہیا تھے۔ عزیزم خوبصورت، صحت مند، ہنس مکھ منفرد نوخیز جوان تھا۔ میں ذاتی طور پر عزیزم کو بچپن سے جانتا ہوں۔ عزیزم کا ہنستا ہوا چہرہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسکی طبیعت میں ایک طرح کا ہلکہ پھلکا مزاح تھا۔ بزرگوں کے ساتھ ہمیشہ موئدب رہتا۔ مجلس اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ مبشر احمد نے اپنی لیاقت اور خوش خُلقی کے باعث کالج میں سب کا دل مُوہ لیا تھا۔ عزیزم مبشر احمد موسمِ گرما کی چھٹیاں گزارنے گھر آیا ہوا تھا۔ ایک دن بازار میں گزر رہا تھا کہ ایک اوباش قصائی عزیزم کے پیچھے چھری لیکر دوڑ پڑا اور مبشر احمد احمدیت پر جان نثار کرنے کا فخر حاصل کر گیا۔ انا للہِ و انا الیہِ را جِعون۔

ان دنوں حضرت میاں ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ، کراچی تشریف لے گئے ہوئے تھے جب انہیں مبشر احمد کے شہادت کی اطلاع ملی تو اسکا احوال مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج تاریخِ احمدیت جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۳ پر بیان کرتے ہیں:

" جب مرحوم مبشر احمد گکھڑ جو بے حد ذہین طالب علم تھا، قتل ہوا۔ اور آپ کی خدمت (پرنسپل صاحب۔ ناقل) میں شام کو کراچی میں ضمناً ایک لڑکے مبشر احمد کی اطلاع کی گئی تو رات گئے غالباً بارہ ایک بجے کا عمل

ہو گا کہ آپ کا فون آیا کہ تفصیل بتائی جائے۔ آپ نے فرمایا "مجھے نیند نہیں آ رہی اور بے حد بےچینی ہے۔ کیا یہ مبشر احمد وہ تو نہیں جو ہر وقت مسکراتا رہتا تھا؟" افسوس کہ یہ وہی مبشر احمد تھا جس کی وفات پر آپ اس طرح بے چین ہو گئے اور کراچی سے فون کیا"۔

اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود جب بھی عزیزم مبشر احمد کی یاد آتی ہے، طبیعت پر ایک خاص قسم کی افسردگی چھا جاتی ہے۔ اور بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز شہید کو اپنی رضا کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔

بزرگانِ احمدیت کی دعاؤں کے طفیل ان تین نوجوان پھول چہرہ جان نثاران احمدیت کے علاوہ ہزاروں تعلیم الاسلام کے طلباء، پاکستان میں اس گئے گزرے لوٹ گھسوٹ کے دور میں بھی بلا لالچ و طمع ملک و قوم کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں اور بیرونِ ملک اپنی محنت اور کام سے لگن اور خلق اللہ سے ہمدردی کے باعث ملک وملت کے لیئے نیک نام ہیں۔ یہ سب احبابِ جماعت کی دعاؤں کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور باقی افراد کو مقبول خدمت کی توفیق عطا ہو، اور خدا تعالیٰ انکا حامی و ناصر ہو۔ آمین

آں رسمِ قتیلانِ محبّت که کهن گشت ما تازه کنیم از سرِ نو دارو رسن را
آں منزلِ خُوں بار که شُد مقتلِ عشّاق از مقصد ما هست بصد جوشِ تمنّا

(حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ)

اگرچہ دنیا محبت الٰہی سے سرشار ہو کر جان قربان کرنے والوں کی روایات کو بھول چکی ہے، مگر ہم نے قرونِ اولٰی کی ان روایات کو از سرِ نو تازہ کر دیا ہے۔ حق و صداقت کے عاشق جہاں اپنی جانیں نثار کرتے رہے ہیں، اُسی قربان گاہ تک رسائی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔